ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد طارق انصاری
پنجاب کالج لاہور

طاہرہ اقبال کے ناول "گراں" میں مقامیت

Dr. M. Tariq Ansari
Punjab College Lahore.

Autochthons in Tahira Iqbal's Novel "Girran"

The influence of regional language and culture is significant in Tahira Iqbal's novel, Gar'aan. There we can maintain that Pakistan Urdu Novel has the impact of regional language and culture. Due to its cultural and Civilizational aspects, Urdu languages has an ability to absorb new words. Literature presents a true and living picture of any society. Among many genres of literature, Novel outshines because of his characteristic of dealing with the linguistic and cultural material more than any other genre. The language of this novel is entrusting, trustworthiness, credence and identity to the regional discourses and in this process the authentic image of the spirit the Pakistan is manifested.

Key Words: *Culture, Language, Novel Gar'aan Fiction.*

طاہرہ اقبال کے ناول "گراں" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جغرافیہ، ثقافت اور زبان کے رنگوں کی مدد سے بھی ناول لکھا جا سکتا ہے۔ اس ناول میں ایک مخصوص ماحول اور ثقافت کو تمام جزیات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ غیر اہم کردار پورے طبقے کے دکھ سُکھ، احتجاج اور آواز بن کر سامنے آئے ہیں۔ پوٹھوہار کے علاقے ساگری، روات اور سہوان وغیرہ کے منظر، موسم، فصلوں، کھانوں، رسموں، لباس اور زبان کو بیان کرتے اس ناول میں سب سے نمایاں عورت کا دُکھ، انتظار، کرلاہٹ اور ثقافتی تغیر ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی یادیں بھی ہیں، بدلتے ثقافتی منظروں کا نوحہ بھی ہے۔

چار ابواب میں منقسم یہ ناول گویا قاری کے لیے چار دریچے وا کرتا ہے اور ہر دریچہ نئے منظر، موسم، ثقافت اور زبان سے روشناس کرواتا ہے۔ پہلے باب "چوا پاک" میں پوٹھوہار کے قصباتی ریلوے سٹیشن کلعام کے قریب ایک "گراں" کی رہتل کو بیان کیا گیا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دس گھروں پر مشتمل یہ آبادی پہاڑی سلسلے میں گھری ہوئی ہے۔ پہاڑی پگڈنڈیاں، نوکیلی، چٹانیں، کھائیاں، برساتی نالے، چشمے، کنوئیں (چوئے)، برساتی ڈھلانی جھیل، ہر طرف جنگلی گھاس، پھلائی کی جھاڑیاں، بیریاں اور بوہڑ کے گھنیرے جھاڑ اگے ہوئے ہیں۔ دھریکیں، پہاڑی کیکر، بکائنیں، کیل اور دیودار د (بہت کم) کے درخت بھی تھے۔ اس علاقے میں سخت سردی پڑتی ہے۔ برفیلی تند ہواؤں میں سارا سبزہ ٹھٹھر کر کرنڈ ہو جاتا ہے۔ بے اعتباری بارشیں اور ہوائیں زندگی پُر مشقت بنا دیتی ہیں۔

> ''چٹانوں، چوٹیوں کے دروں سے تلوار کی دھار لیے تیز ہوائیں اترتیں اور چہروں، ہاتھوں کی جلد چھید وچھید جھلسا ڈالتیں۔ پتھروں میں سے نکلتے پودے جھلس کر کرنڈ ہو جاتے۔ جیسے میدانی علاقوں میں گرمی جھلساتی ہے یہاں سردی جلا ڈالتی ہے۔ بارش شروع ہوتی تو پانچ چھ روز چوٹیوں کو دھوتی۔ ڈھلانوں سے اترتے ریلے کسوں کھیتوں، ندی نالوں میں موجود نباتات کو ٹھٹھرا کر مار ڈالتے''۔ (۱)

برفیلی ہوائیں کہرا جما دیتی ہیں۔ پانی کے چوؤں اور جھرنوں پر باریک کانچ کی سی برف جم جاتی ہے۔ سنسناتی ہوا مٹیالے پہاڑی سلسلوں کو چیر دیتی ہے۔ انسانوں کی جلد پھٹ جاتی ہے اور کالے کھرنڈ اُبھر آتے ہیں۔

> ''ساری راتیں پین پئی ہو کو! گرم جرابوں میں بھی انگلیاں جم جُڑ گئی ہیں ہو کو توبہ!''(۲)

اس پہاڑی سلسلے میں جہاں جہاں ہموار قطعے موجود ہیں وہاں مونگ پھلی، مکئی، جوار اور گندم کی فصل کاشت کی جاتی ہے۔ یہ بارانی زمینیں اس مختصر آبادی کو بھوکا نہیں مرنے دیتیں۔ سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ بارش کے بعد در و دیوار سنگ و خشت پر سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا ہے۔ جنگلی کریلے کی بیلیں اُگ آتی ہیں اور کھمبیاں بھی۔ جنگلی سبزیوں کی بیلوں کے پیلے پھول سارے منظر کو سجا اور مہکا دیتے ہیں۔

> ''بہار کا موسم رنگ برنگ جنگلی پھولوں میں گھر کر سارے پہاڑی سلسلوں اور کسوں پگڈنڈیوں پر بچھ گیا جیسے ہر شے پر پھولدار چھینٹ کی چادر ڈھک دی گئی ہو''۔ (۳)

کھکھڑیاں، جنگلی خربوزے اور تربوز بھی اس علاقے میں اگتے ہیں۔ بھیڑ بکریاں، مرغیاں، گائیں، بیل اور گھوڑے بھی گھروں میں پالے جاتے ہیں۔ دشوار راستوں کی وجہ سے زیادہ تر پیدل اور گھوڑے، بیل پر سفر کیا جاتا ہے۔ دور کے سفر کے لیے ریل گاڑی کی سہولت بھی موجود ہے۔ کھانے پینے میں یہ لوگ سادگی پسند ہیں۔ گندم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

، مکئی اور جَو کے آٹے کی روٹیاں ملتی ہیں۔ پھلاہیوں کی جڑوں سے چوہنگیں نکال کر، جنگلی کریلے، روہاں کی پھلیاں، کدو، توری اور کھمبیوں کے سالن بنائے جاتے ہیں۔ لسی، مکھن، گھی اور گڑ، شکر بھی استعمال ہوتی ہے۔ خاص موقعوں پر دیسی گھی کی تری سے بھرا پہاڑی بکرے کے گوشت کا مرچیلا سالن بھی بنتا ہے۔ تنوری پراٹھے اور میووں بھرا سوجی کا حلوہ بھی بنایا جاتا ہے۔ عام گھروں میں ساگ کے پتوں میں لسی ملا کر کھٹا سالن بھی پکایا جاتا ہے۔ گندم کی روٹی اور دال سبزی پکانے والے امیر گھرانے سمجھے جاتے ہیں۔ سرکاری، اہلکار اور مہمان کے لیے دیسی مرغا بھی بھونا جاتا ہے۔ شوربے والا تیتر بٹیر کا سالن بھی بنتا ہے، مرغ پلاؤ بھی پکایا جاتا ہے۔ سرکاری افسروں کے لیے کھانا پکانا اور میزبان بننا باعث عزت و وقار سمجھا جاتا ہے اور خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔

> ''پہاڑی بکرا ذبح ہوتا، چنگاتری والا شوربہ بنتا، بانگی مرغ بھون کر پکاتیں، ساتھ میوے کھوپے ڈال کر سوجی کا حلوہ بنتا، گوروں کے تو منہ سے نہ اُترتا۔ چینی کے برتن، پیلے لال دستر خوان، پانی کی صراحیاں، جھلنے کو گھنگریوں والے پنکھے، دریاں، چاندنیاں چھکڑے میں لد کر جاتیں۔ تین تین دن میزبانی ہوتی، جاتے وقت انگریز (تعریفی سند) چٹھی دے کر جاتے۔۔۔۔''۔''۔(۴)

اس کے علاوہ خاص موقعوں، رسموں اور تہواروں پر بھی کھانے کا اہتمام کیا جاتا۔ مرگ کے موقع پر پھوڑی بچھتی تو چالیس دن تک چائے اور کھانے کا بندوبست کیا جاتا۔ گراں کی عورتیں یہ سب کچھ خود پکاتیں اور ارد گرد کے گراؤں سے سینکڑوں روٹیاں پک کر پہنچ جاتیں۔ مختلف گھروں سے خشک راشن بھی بھجوایا جاتا۔ گندم کی گاہی کے بعد بھی ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ موسم بدلنے پر تیل کا کڑھا چڑھا کر میٹھے پوڑے تلے جاتے اور تنور کی دھیمی آنچ پر مونگ پھلی اور گری والی میٹھی روٹیاں لگائی جاتیں۔ اس علاقے کے نوجوان مرد بھاری شلواریں اور لمبے کرتے پہنتے جبکہ بزرگ سروں پر مشہدی لنگیاں اور قراقلی ٹوپیاں بھی استعمال کرتے تھے۔

> ''باوا بہشتی ایک کندھے پر کارتوسوں والی پیٹی دوسرے پر پستول چڑھائے ہاتھ میں بندوق پکڑے شملے پر مشہدی لنگی باندھ کر باہر نکلتے، کڑکڑمائع والا سوٹ، اوپر کالی اچکن، راہوں کے ککھ بھی اٹھ اٹھ دیکھتے''۔(۵)

شادی بیاہ کے موقع پر کپڑوں، گہنوں کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

''ہائے زرینہ جان کی کوئی بَری بنی تھی۔ تین تولے کے مگھر، پانچ تولے کا گلوبند، دس تولے کے شیر کے منہ والے کڑے، تولے تولے کی چار چھاپیں (انگوٹھیاں)، مخمل کے تین سوٹ ،زری کے دو، تین بنارسی، دو کمخواب کے، لیڈی ہملٹن کی شلواریں، دل پیاس کی قمیضیں، شنگھائی اور ساٹن کے جوڑے، چاچا خزاں سنگھ پنڈی سے سلوا کر لایا''۔ (۶)

ناول کے پہلے حصے میں عورت کی پُر مشقت زندگی کو داخلی خارجی کیفیات کے جذبات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس علاقے کے مرد زیادہ تر فوج میں ملازمت کرتے ہیں۔ بہت کم لوگ کھیتوں وغیرہ میں کام کرتے ہیں۔ یہاں کی عورتیں ان کھیتوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ مونگ پھلی کی فصل ہو یا جوار، باجرے، مکئی اور گندم کی ہر موقع پر عورت کھیت کھلیان میں مرد کے ساتھ کھڑی نظر آتی ہے۔ گھر کے پالتو جانوروں کا خیال رکھنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ کھانے پکانے کے کام کو تو کام سمجھا ہی نہیں جاتا۔ سخت سردیوں میں گوبر کے اُپلے تھاپنا، دور سے پانی بھر کے لانا، لسی بلونا وغیرہ روز کا معمول ہے۔ میلے کپڑوں کے بڑے بڑے گٹھڑ برساتی ندی کے کنارے لے جائے جاتے ہیں اور وہاں ارد گرد کے گراؤں کی عورتیں بیٹھ کر یہ کپڑے دھوتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ عورتیں سوئیٹر بنتی ہیں۔ پشمینے کی شالوں پر کشمیری کڑھائی کرتی ہیں۔ کروشیے سے جھالریں بناتی ہیں، دوسوتی کی کڑھائی کرتی ہیں۔ ناول کے بیانیے میں پوٹھوہار کی عورت کو وفا شعار دکھایا گیا ہے۔ جو گھر کے بڑوں کے فیصلوں پر اُف نہیں کرتیں۔ بچپن کی منگنی اور کسی کے نام کی انگلی میں پہنی چھاپ کے لیے ساری زندگی انتظار میں گزار دیتی ہے۔ شادی شدہ عورت بھی ساری حیاتی انتظار اور اڈیک میں رہتی ہے۔ کیونکہ اس علاقے کے مرد فوج میں ہونے کی وجہ سے عرصے بعد گھر آتے ہیں۔ ناول کے بیانیے میں جو لوگ آبائی پیشے فوج سے بغاوت کر کے دوسرے ممالک جاتے ہیں وہ بھی کئی کئی سال گھر واپس نہیں آسکتے۔ ان عورتوں کو بچوں کی دیکھ بھال، گھر داری، کھیت کھلیان اور انتظار میں زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

ناول میں ایک عورت بتاتی ہے کہ بیس برس کی شادی شدہ زندگی میں خاوند کے ساتھ ازدواجی زندگی صرف دو ماہ اور بیس دن ہے۔ وفا شعاری کے حوالے سے ناول کا ایک کردار میرن جو بعد میں جھلی میرن کہلائی۔ ساری زندگی خاوند کے انتظار میں ہر روز اسٹیشن پر پھول لے کر جاتی ہے اور آخر اسی انتظار میں اسٹیشن سے واپسی پر اندھیرے کی وجہ سے کھائی میں گر کر مر جاتی ہے۔ ناول کے قصے میں پوٹھوہار کی عورت کو باوفا اور کشمیر کی عورت کو بے وفا پیش کیا گیا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

''ہائے ظلمی! سارے پوٹھوار میں نہ کبھی سُنا نہ تکا، زنانی جس نالگی اسی کی ہو مری۔۔۔۔ہائے متھے کی کالک۔۔۔۔ہائے لچی، لال کرتی کی کنجری''۔(۷)

اس علاقے کی ثقافت میں کچھ رسمیں اور روایات دیگر علاقوں سے منفرد ہیں۔

- دوستالہ: اس رسم میں خوشی کے موقع پر ہر گراں سے دوست، رشتہ دار جلوس کی شکل میں ناچتے گاتے شادی والے گھر تحائف لاتے ہیں۔ کسی بھی خاندان کے لیے یہ بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔
- فصل کی کٹائی کے موقع پر سب کو حصہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ بیٹیوں بہنوں، بچوں، بیواؤں، یتیموں اور کمی کاری کے لیے ایک مخصوص مقدار میں غلہ بانٹا جاتا ہے۔
- شادی کے موقع پر دیگر رسموں کے ساتھ ساتھ تیل ہلدی مل کر مائیوں بٹھایا جاتا ہے۔
- ہر خوشی کے موقع پر کمی بھیج کر گیتوں کے لیے (تقریب) بلایا جاتا ہے۔
- مرد حضرات جب عورتوں کی محفل میں آنا چاہتے ہیں تو اونچی آواز میں پردے کا کہتے ہیں۔
- عورتوں اور مردوں کا اکٹھے بیٹھنے کا رواج نہیں ہے۔ یہاں تک کہ میاں بیوی کا بھی سب کے سامنے اکٹھے بیٹھنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔
- طلاق کو انتہائی ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور طلاق ہونے پر باقاعدہ ماتم کیا جاتا ہے۔
- مرگ کے موقع پر چالیس دن تک سوگ منایا جاتا ہے۔ ارد گرد کے سارے لوگ اس ماتم میں شامل ہوتے ہیں اور کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دور کے گاؤں والے خشک راشن بھجواتے ہیں، بین کیے جاتے ہیں اور مقانیں (تعزیت) وصول کی جاتی ہے۔
- خوشی کے موقع پر سب لوگ شریک ہوتے ہیں۔ لڈی، رقص، سہرے کے گیت، ڈولی کے گیت، ڈھولچی اور ہوائی فائرنگ اس موقع کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

خوشی کے موقع پر پوٹھوہار کے علاقے میں سب لوگ مل کر خوشی مناتے ہیں۔ خوشی منانے کے بہانے ڈھونڈتے یہ لوگ جیسے ہی کوئی اچھی خبر ملتی ہے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

''جس روز تار پہنچا سارے گراؤں میں کمی گیتوں کا سدا (بلاوا) دینے گیا''۔(۸)

بلاوا ملتے ہی ہر گراں سے عورتیں پتاشوں، مونگ پھلیوں اور گڑ شکر سے بھری پراتیں لے کر، ڈھولچی کے ساتھ تقریب والے گاؤں پہنچ جاتیں۔ میزبان گاؤں کی عورتیں آگے بڑھ کر گیتوں کے ساتھ ان کا خیر مقدم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

کرتیں۔ دوستالے پہنچنے کا یہ سلسلہ کافی دیر جاری رہتا۔ باری باری ٹپے اور سٹھنیاں منائی جاتیں۔ ان گیتوں ٹپوں وغیرہ کے بول درج ذیل ہیں۔

ے سر گی نیاتاریالوچاہ لا
روٹھر اڈولالواں منا
سر گی نیاتاریا۔۔۔ہوشے

ے رکھیاباشاکھیڑے پے گئی اِل ماہیا
ملے و چھوڑے کسے بہانے مل ماہیا

ع۔ آپو بناساں ماہیے نوں لاڑا

ے مسیتی پڑھنی آں قاعدہ۔۔۔نکی عمراں اچ پے گیاوعدہ
تے کدوں نکھٹسی ہائے رب کدوں نکھٹسی

ے مسیتی پڑھنی آں قرآن
میر اکڈیاوچ دھیان
تے سبق نہ آوے۔۔۔۔

ع۔ ہائے کدمڑ سن کدوں و چھوڑے مک سن

ع۔ کدمُڑ سو کیڑی گڈی توں لہسو

پوٹھوہار کے یہ ٹپے اور گیت اس علاقے کی ثقافت، جغرافیہ اور عورت کے جذبات سے جڑے ہوئے ہیں۔ لفظ عورت کی وفااور انتظار کا عکس دیتے ہیں۔

مذہبی طور پر یہ لوگ شدت پسند نہیں ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں اور اپنے مذہب سے محبت کرتے ہیں۔ مکہ، مدینہ سے آئے ہوئے پارسل اور تصاویر تک کو عقیدت و احترام ملتا ہے۔ قبرستان میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ قبروں پر پانی چھڑکتے ہیں۔ منتیں مرادیں مانی جاتی ہیں۔ گٹھلیاں پڑھی جاتی ہیں۔ علاقے میں ایک مخصوص بکائین کے درخت پہ مختلف رنگوں کے کپڑوں کی ٹاکیاں باندھی جاتی ہیں۔ قبروں کے تعویذ بلند رکھے جاتے ہیں اور بعض قبریں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سنگ مرمر کی بھی بنائی جاتی ہیں۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم سے پہلے ان علاقوں میں جو ہندو اور سکھ رہتے تھے ان کی اچھی یادیں موجود ہیں۔ ان کی ثقافت، محبت کو یاد کیا جاتا ہے اور ان پر ہونے والے مظالم کی مذمت کی گئی ہے اور یہ کہ وہ لوگ بھی نباہنے والے تھے۔ ان کی عورتیں محنت کرتی تھیں، چرخا کاتنا، کڑھائی کرنا وغیرہ۔ اور ان کے مرد کاروباری تھے۔ مقامی لوگوں نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور عزت احترام کے ساتھ پنڈی کیمپ میں چھوڑ آئے۔ دوسرے علاقوں کے لوگوں نے لوٹ مار بھی کی، تقسیم کے نتیجے میں ان سکھوں اور ہندوؤں کا چلے جانا اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

''ہائے بیٹھے بٹھائے صدیوں کے جمے جمائے وسیب میں کیسا واہڑا و گیا (ہل چل گیا)''۔[۹]

اصل میں مدتوں سے ان لوگوں کے مال ڈنگر فصل کھیت کھلیان، خوشی، غمی سب سانجھے تھے زمینوں، مکانوں کی ملکیت بھی اجداد کے نام تھی ان کے ہاں کبھی تقسیم اور بٹوارے کی بات سوچی بھی نہیں گئی تھی۔ اس لیے ملک کی تقسیم ان کے لیے عجیب حادثہ اور سانحہ تھا۔ انگریز کے دور کو یہ لوگ امن کا دور سمجھتے ہیں۔ غیر مسلم بھی ان کے ہمسائے اور ثقافت کا حصہ تھے۔ مذہب کے فرق کو زیادہ بڑا فرق نہیں سمجھا جاتا تھا۔

''بس اک سکھ گھرانہ پرایا تھا جو ماں جائے کی طرح اپنا تھا''۔[۱۰]

یہاں سے چلے جانے والے بھی اپنے دیس اور گرائیوں کو یاد کرتے ہیں۔ معروف شاعر اور ادیب گلزار کے لفظ لفظ سے اس علاقے (دینہ) کے لیے محبت جھلکتی نظر آتی ہے۔ پوٹھوہار کے اس علاقے کے چھوٹے چھوٹے قصبوں ساگری، روات، سہوان، گوجر خان، پنڈی، کلعام، دینہ کے علاوہ اٹک، چکلالہ، سہالہ، جہلم اور چکوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پنڈی کے لاری اڈے، بازاروں، لال کُرتی اور راجہ بازار کا ذکر بھی موجود ہے۔ بیمار ہونے کی صورت میں دیسی علاج معالجے کا رواج ہے۔ وباؤں کے دنوں میں انگریز ڈاکٹروں کی آمد کا ذکر بھی ملتا ہے۔

چرخے، بیل گاڑی، جندر، پانی کے چوٹے (جنہیں وہ آب حیات اور آب شفا سمجھتے تھے) کی قدیم ثقافت، انگریز دور میں آنے والے سائنس کے ثمرات تبدیلی کا سبب بنے ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی وقت کے تعین کی اور انتظار کی علامت بن جاتی ہے۔ فوج سے تعلق کی وجہ سے اس علاقے کی ثقافت پر فوجی ثقافت کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔ نئی نسل شہر کے انگریزی سکول میں پڑھنے لگی ہے۔ کاشتکاری ختم ہو رہی ہے، اسلام آباد کی جدید کالونیوں میں بنگلے بن رہے ہیں۔ بیرون ملک چلے جانے کی وجہ سے دولت کی فراوانی ہے۔ بنا باپ کے یہ بچے ویزوں کے انتظار میں پتلونیں پہن، امپورٹڈ گھڑیاں اور عینکیں لگا، وَن ویلنگ کر رہے ہیں اور امپورٹڈ گاڑیاں بھگائے پھرتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

گراؤں میں پتھر کے اسارے گھر شاندار کوٹھیاں بن چکے ہیں۔ شہر قصبوں سے جڑ گئے ہیں۔ لیکن ہمسائے ایک دوسرے سے کوسوں دور ہو چکے ہیں۔ جدید ہسپتال بن جانے سے علاج کی سہولت موجود ہے۔ لیکن سہل پسندی کی وجہ سے نئی نئی بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ جو پانی شفا سمجھا جاتا تھا اب وہ سارا پانی یرقان زدہ ہو چکا ہے۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں اس علاقے کی ثقافت میں تبدیلی کے اثرات بہت نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ معاشی حالت بہتر ہو جانے سے جدید طرز کے مکان بن جاتے ہیں۔ فلش اور ٹونٹیوں والے غسل خانے، موٹر والا کنواں، کاریں، ریڈیو، کیمرے، ٹیلی ویژن، فریج وغیرہ جہاں زندگی میں آسائش لاتے ہیں وہاں پرانی قدروں، روایات اور رسموں کے خاتمے کا سبب بھی ہے۔ ناول کے ایک کردار حکم داد کا بیٹا اکبر خان جب اپنے باپ کی مرضی کے خلاف بچپن کی منگیتر کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے شادی کر لیتا ہے تو حکم داد۔۔۔ جو کبھی کوئی جنگ نہ ہارا تھا بیٹے کی روایت شکنی نے اسے مار دیا۔

طاہرہ اقبال نے ''گراں'' ناول میں پوٹھوہار کے مخصوص علاقے ساگری، روات، سہوان، کلعام، پنڈی اور گوجر خان وغیرہ کی پوٹھوہاری زبان کو ناول کے بیانیے میں شامل کیا ہے۔ اس علاقائی زبان کے لفظ یہاں کی ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس زبان کے خوبصورت لہجے، دلکش الفاظ، روزمرہ اور محاورے کو اردو زبان میں شامل کر کے اردو زبان کو مزید مالدار بنا دیا گیا ہے۔

بقول ڈاکٹر شاہد نواز:

> مقامی اور علاقائی زبانوں کی آمیزش سے ناول نگار وہ دل کشی پیدا کر سکتا ہے جو ایک طرف مقامیت کا دل آویز روپ ہے تو دوسری طرف اُردو زبان کو مقامیت میں جذب کرنے کا عمل بھی۔ (۱۱)

اصل میں وطن عزیز کی قومی شناخت اور قومی زبان کی وسعت اور فروغ میں اہم کردار ادا کرنے والے عناصر پر توجہ نہیں دی گئی۔ جس کی وجہ سے علاقائی زبانوں اور ثقافتوں کو اعتبار، شناخت اور مقام نہیں ملا۔ زبان کے حوالے سے علاقائی زبانوں کو پنجابی زبان کا لہجہ قرار دے کر تحقیق کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اگر ان علاقائی زبانوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہر علاقے کی زبان ایک مکمل زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اپنی ثقافت کی ترجمان ہے۔ ان زبانوں میں اشتراک ضرور پایا جاتا ہے۔ لیکن میدانی علاقوں میں یہ اشتراک زیادہ ہے۔ جبکہ پہاڑی علاقوں میں سفر کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے اور دشوار راہوں کی بنا پر اکثر پہاڑی علاقوں میں پہاڑ کے ایک طرف الگ ثقافت اور زبان ہے تو دوسری طرف الگ۔

چترال کے علاقے کو اس حوالے سے پیش کیا جاسکتا ہے کہ یہ پاکستان کا سب سے زیادہ علاقائی زبانیں رکھنے والا علاقہ ہے۔ یہی حال پوٹھوار اور اس سے منسلک علاقوں کا ہے۔

ناول کے بیانیے میں شامل چنیدہ جملے جن میں علاقائی زبان کے الفاظ برتے گئے ہیں.

سرگی نیاتاریالوچاہ لا روٹھر اڈولالواں منا	۱۳
چاٹی کی کمر میں پیر کا وزن ڈال کر مدھانی کی رسیاں زور سے کھینچیں	
ساری راتیں اہین پئی سریر اڈاریاں مارنے لگیں بکریوں کو کوٹھے کی سر کی ہٹادی	
گراں کاریوڑ پھلائیاں چونڈتے پگڈنڈیاں چڑھتے کھائیاں اترتے چوٹیوں نشیبوں میں بکھر گیا زینے ٹاپتی جب تک چھت کے بنیرے پر پہنچی	۱۴
نہ کوئی سینہا بھیجا اڈیک کی ہر گاڑی کو تکتی "سُن ادھر کان لا بجھ" سیاہ چادر کی بکل کسی میلے کپڑوں کی پنڈ سفید دوسوتی چادر میں باندھی	۱۵
ہاتھ سے اُساری چکنی مٹی کی کنگروی	۱۵
جن کی چھونیوں پر رات بھر کی پھوجی تھی	۱۶
سارے گراؤں میں کمی گیتوں کا سدا دینے آیا	۱۶
گراں سے دوستالہ آپہنچا	۱۷

”ہو کو لوٹی ہائے لوٹی! پورے آٹھ دیہاڑے رج وج کے باجا گاجا ہوا ہائے ہائے“ پالا کھائے پیر راکھ ہو چکے تھے	
ڈھول سپاہیے ناراہ پئی تکنی چار سال ہو گئے	
”کدمرن نے کدچاری نی اڈیک مکے“	۱۷
ہندوستان نی قید اچوں چھٹ آسن	۱۸
کل اترے گا لکھ ناؤں جئے۔۔۔۔	۱۹
عورتیں گزرے زمانے پھر ولنے لگیں	۱۹
ہائے کیا ویلے تھے ساگری ویلا ہو گیا	۲۰
ہر پاسے موت کھلر گئی	۲۰
”رناں اچ کناں، کوئی مرداں آلی تے گل ای نہیں خزیرے اچ“	۲۱
جمے جمائے وسیب میں کیسا واہڑاوا گیا	۲۲
اک دوسرے کو کاٹنے وڈنے لگے	۲۲
پوٹھوار سے اگر اہی کروائی	۲۳
”کدمڑ سو کیڑی گڈی تو لہسو“	۲۳
”بی بیو چیلا کروڈنگروں کو پانی پلانا ہے“	۲۴
”لنگ آؤ“	
”آپو بنا ساں ماہیے نوں لاڑا“	۲۴
آپ چل کے تیرے دیوارے آئی ہے	۲۶
تو کنج کنواری ہے	
اک واری جیہڑی منگی گئی	۲۶
اج مڑ آسن ٹیلے فون آیا ہے	۳۶

ہائے مری لچھیں پیڑیئے اٹھ تہواڑا نکاح اے	۳۸
پانی اہن پالوں میں ابلتا رہا	۳۸
گہیوں کو سنوا لگتا	۴۰
بارشیں آسمانوں میں کرنڈ ہو گئیں۔	۴۱
بال بچے دھی دھانیاں	۴۲
زرینہ بندیے! بھری جوانی اس پونگر کے سر پر کاٹی	۴۳
کسی لگتے لانے نے مرلہ بھر نہ مانٹا آیوں گچھی اچیچا ہنساں سوہنے لال نظر وہنے	۴۳
کہ انجی تیار کھڑی تھی	۴۴
انور خاناں بوہا کھول	۴۵
نکا میری گود میں سو رہا ہے	۴۵
چالیس دیہاڑے پھوری پڑی رہی منگنی کی چھاپ کو چولے کے پاک پانی سے مل مل دھوتیں	۲۶
بھُٹے پڑ میں پھینکتی جاتیں	۲۷
دوہرے وسباں آلی ماجی ٹری گئی ہائے	۲۸
لمبی جاہنگوں والے مینڈ کو کے ہم رنگ ہم شکل تھے	۲۸
اڈیک اڈیک اکھیاں وی تھک ہاریاں	۲۹
دیے میں پڑی واٹ سی دختی تھی	۳۰
بیٹی لینے سے او کا انکاری ہو گیا	۳۱
ہڈا اُجاناں تے یدے ہوئے آلا جیون جوگے اظہار الحق کا جماعتیا ہے نا	۳۱
سگھڑ سیانی سو سو وسباں والی	۳۲
اکبر خاناں تو اتنا بی بابچہ	

شکیلہ کو فتاں کی نماز پڑھ لی تو نے	۳۲
ناپنے کی تو لوڑ ہی نہیں	۳۵
اٹک تک سے مقانیں آتیں	۴۷
ہر گھر کے صفے یعنی بڑے کمرے۔۔۔۔	۵۱
زنانی ہیڈی وی بے وفا ہو سی دیگر ویلا تھا	۵۴
دھی دھانیوں کو پنج، پنج سیریاں بھر کر دے دی گئی تھیں	۵۴
ست ست مبارکاں	۵۴
کرماں آلیے اللہ اللہ	۵۵
کسی کی چچی میں بھی نہ لھبتیں	۵۷
ان کی ڈھو میں جڑے شیشوں میں خود کو دیکھنے لگتیں	۵۷
ڈھینگر سر پر رکھ کر چڑھنا پڑے	۵۷
او وچارے وی کے کرن ہیں	۶۰
جھوٹی تانگھ میں عمر تو لنگھ جاتی	۶۰
دن دیہاڑے جنے نال اندر وڑی گشنی	۶۲
ہائے کنجری جا تکے آں ماندا کر چھوڑ سی سارا روبک کڈ چھوڑ سی۔۔۔	۶۲
ہائے جلم چمٹ گئی	۶۲
تکنا، راتیں دونوں کے بیچ منجی دھاسوں گی	۶۲
کدوں وچھوڑے مک سن	۶۳
چڑی کاں ہوتی	۶۵
رتھ میں اتری تھی جنڑاں لوڑنی	۶۶
وسیم خانے نال ماڑئی ہے	۶۶
ادھلنے جا رہی تھی	۶۶

اظہار الحق کے نال ہے	٦٦
کفتاں کی بانگ سے پہلے	
ہڈیاں دولتاں ناکے کرناجے کررج کے	٦٨
روٹی وی نہ کھا سکے بندہ	
کس جو گارِن پکا کے رکھوں	٦٩
بھرا بھکنا ایک مکاں ہو	٦٩
برفوں کے ملک میں ہڈیاں کھرتی ہیں	٧٠
کمائی روڑھ دوں	٧٠
آپوں مری گچھاں تاں وی روپے نی نسوار نہ چھکنی کنیاں پیسہ ونجاواں	٧٠
”مری گسیاں پر پیسہ لائی کے دوائی نہ گنساں“	٧٢
پیو کدوں مڑ سی آ	٧٩
قید اچوں چھٹ آسن	٨١
”پیشی ویلے گڈیوں لہسن“	٨١
چار چو فیرے سمندر پھیل جاتا ہے	٨٣
ساری دیہاڑی تے چخاں کھانی رہنی	٩٣
کنجڑی ادھل ونج سی تے کدی نہ پڑھایاں پڑھواتی	٩٤
کردار کو توم رہی تھی	٩٥
دوری اچ بالی کے تکی کٹاں	٩٥
داتری نال تہواڑے ٹوٹے کراں کنجریے	٩٥
”دندیوں ٹہویں۔ لون مرچ بالی کے تکی رِناں“	٩٥
ڈنگ ٹپواؤ	٩٥
جلماں چمٹن نیں دو مونہی ٹرے نیں ہائے موتو جو گیاں کسے نی آئی آئے نیں	٩٦

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

پوٹھوار کی ثقافت کے مفاہیم کا منبع یہ زبان اپنے لفظ لفظ سے مخصوص جغرافیائی خطے کے باسیوں کے دکھ، درد، ہنسی، خوشی، فکر، سوچ، رسم ریت اور رہتل کی آئینہ دار ہے۔

ناول کے دوسرے باب ''تاج محل ''میں طاہرہ اقبال نے انگلستان میں بسنے والے برصغیر کے مختلف شہروں، ثقافتوں اور زبانوں کو بیان کیا ہے۔ ساٹھ ستر اور اسی کی دہائی میں یورپ میں بس جانے والوں نے اپنے تعارف، کلچر اور زبان کو یورپ کی جدتوں سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ مشترکہ ہندوستان کا مخلوط کلچر جو بنگلہ دیش، ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں کے اختلاط سے پیدا ہوا تھا یہاں ہندوستان میں تقسیم در تقسیم ہو کر نفرتوں اور تعصب کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن یورپ کی طاقتور معاشرت کے خوف نے انہیں یورپ میں پھر متحد کر دیا ہے۔

''غزل جان کے باپ کی مٹھائی کی دکان کے ماتھے پر رومن ہندسوں میں تحریر تھا: رب، رحمٰن، بھگوان اور گاڈ''۔ (۱۲)

یورپ میں ان لوگوں نے ایک چھوٹا سا برصغیر بسالیا ہے۔ جہاں لاہور، دلی، ڈھاکہ، امرتسر، میرپور اور پوٹھوار کی ثقافت بھی موجود ہے اور زبان بھی۔ یہاں یورپی لہجے والی انگریزی اور متروک لفظوں والی پنجابی، پوٹھواری، بنگالی، تیلگو اور ہندی جیسی مادری زبانوں کے بولنے والے موجود ہیں۔ ناول کے اس حصے میں جو زبان برتی گئی ہے اس میں مشرقی پنجاب کی زبان کا لہجہ جھلکتا ہے۔ مثلاً ''تسی جی ٹھیک ٹھاک ہو۔ ماما جی نے تہاڈیاں بڑیاں صفتاں کیتیاں سَن۔ میں تے آکسفورڈ وچ وی تہاڈیاں گلاں سندی رہی آں۔۔۔۔''

لیکن پوٹھوار کے کرداروں کی وجہ سے پوٹھوار کی زبان کے الفاظ اور لہجے کا زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔

''آلو والا پراٹھا کھاسو''	۱۰۵
پنڈے کی بند کری چھوڑ	۱۰۷
جیسے شنگرفی بھامارتے رس گلے	۱۱۱
ہائے پالا ہر شے کھا گیا	۱۱۶
وہاں تو ٹھور بنی ہوئی تھی	۱۱۷
چیلا کری کنو	۱۴۴
دیوا بالی کننی آں	
کٹوی کدے نہیں چاڑھی	۱۴۶
جی ڈاکٹر کول گچھو	
ماہڑی توبہ بساں اچ پیر نہ دھریا کدے شہر نہ تکیا	۱۴۷
دولیریاں دود ھیل بھینس گھر میں بندھی ہیں	۱۴۸
ان کے دھیلے دھیلے کی پیال ہوں	۱۴۸
ہائے یہ میں وسر گئی	۱۵۲
حق آں کنڈ کرنی	۱۶۵
ناں کے ہوسی	۱۷۳
کبھی نہ وڑتی اس ٹھنڈی گور میں	۱۷۷
بج لگ گئی شوہدی کو	۲۰۱

۷۰ء کی دہائی کے بعد پوٹھوار کی زبان میں بھی تیزی سے انگریزی زبان کے الفاظ شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جبکہ اس سے پہلے انگریز کی برصغیر میں آمد اور ترقیاتی کاموں کی وجہ سے بہت سے لفظ علاقائی زبانوں میں آ چکے تھے۔ ناول ''گراں'' کے ابتدائی حصے میں انگریزی زبان کے زیادہ اثرات نہیں دکھائے گئے کیونکہ دور دراز کے یہ الگ تھلک علاقے ثقافت اور زبان کی وجہ سے مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔ یہاں رشتوں کے تعلق کو بیان کرنے کے لیے زیادہ صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ممیرے بھائی، چچیرے بھائی، پھپھیرے بھائی، مسیرے بھائی وغیرہ۔ رشتوں کے اظہار کا اس طرح کا چلن سرائیکی علاقوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن تھوڑی سی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

تبدیلی کے ساتھ ماسی (خالہ) کے بیٹے کے لیے لفظ مسات، ماموں کے بیٹے / بیٹی کے لیے ملیر، چچازاد کے لیے سوتر وغیرہ بولے جاتے ہیں۔

انگریزی زبان کے ایک لفظ کزن (Cousin) نے ان سب رشتوں کو ختم کر دیا ہے۔ بلکہ آج کل انگریزی الفاظ (جدید علوم اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے) زیادہ سرعت کے ساتھ اُردو اور علاقائی زبانوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ طاہرہ اقبال نے پوٹھوار زبان میں شامل ہونے والے انگریزی لفظ جو دیسی تلفظ اختیار کر گئے ہیں، ان کی جھلک دکھائی ہے۔

نہ بریڈ تے ایگ کھاساں	۱۰۵
خبر دار جو کسی گوری کو بافنڈ (بوائے فرینڈ) بنایا۔	۱۰۷
او چندرے گراسری لینے کو چلیں	۱۰۸
حیاتی ایزی ہو گئی	۱۱۷
حرام دے جنے سینو (Snow) میں ہاتھ لیتے رہے ہیں سیک (Sick) ہو گئے تو	۱۱۸
اوئے ڈاگ کے سن سروچ ہیڈک ہو رہی ہے	۱۷۵
کتنا بیڈ لک تھا	۱۷۶
خوشی میں کتنا سیڈ چھپا تھا	۱۷۷
تسی جی اپنے ہسبنڈ نال گال بات نہیں کر دے	۲۱۲

ان جملوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پوٹھوار سے ہجرت کر کے یورپ آنے والوں نے انتہائی مجبوری کے عالم میں انگریزی کے لفظوں کو استعمال کیا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں پوٹھوار کے اصل خطے میں انگریزی زبان کے زیادہ الفاظ اُردو بیانیے میں شامل ہوئے ہیں۔ اس علاقے کے لوگ فوج سے وابستہ رہے ہیں۔ اس لیے ان کی ثقافت اور زبان میں فوج سے متعلق الفاظ، اصطلاحات اور اسماء شامل ہیں۔ مثلاً صوبیدار، کرنیل، لانس نائیک، فوجی بینڈ، کاکول اکیڈمی، پارسل، چھاؤنی، جہاز، بندرگاہ، فوجی بوٹ، رائفل، کارتوس وغیرہ۔

طاہرہ اقبال نے اس ناول میں شعوری طور پر پوٹھوار کی زبان کا رنگ اُردو زبان میں شامل کیا ہے۔ وہ علاقائی زبانوں اور ان کے لہجوں سے بخوبی واقف ہیں۔ انہیں عورتوں کی زبان، مردوں کی زبان، دیہات اور شہر کی

زبان کا فرق بھی معلوم ہے ان کے ناول ''نیلی بار'' میں بھی علاقائی زبانوں سے واقفیت اور محبت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

وہ پوٹھوار کی زبان کو الگ زبان کے طور پر مکمل زبان سمجھتی ہیں جو اپنی ثقافت کی ترجمان ہے۔ اور ثقافت اس زبان کے مفاہیم کا منبع ہے۔ انہوں نے اپنے ناول ''نیلی بار'' میں بھی بار کے علاقے کی زبان کو الگ زبان کے طور پر پیش کیا ہے۔ جسے رچناوی کا نام دیا جاتا ہے۔ ویسے بھی بار کی زبان نہ مکمل پنجابی ہے نہ مکمل سرائیکی۔ دونوں زبانوں کے اثرات اس پر موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ طاہرہ اقبال کا ناول ''گراں'' پوٹھوار کی ثقافت اور زبان کو پیش کرنے والا ایک جغرافیائی، ثقافتی اور لسانی تناظر میں لکھا گیا ناول ہے۔ ناول کے بیانیے میں وہ لکھتی ہیں کہ:

> ''وہ تینوں مشرقی پنجاب ٹھٹھ بولی انگریزی لفظوں کو یوں بھگو رہے تھے جیسے یہ لفظ بھی ہجرت کر کے یہاں اپنی گاچی مار رہے ہوں، جڑ پکڑ رہے ہوں''۔ (۱۳)

وہ زبان کی تبدیلی کے عمل بارے بھی کسی ماہر لسانیات کی طرح جزئیات کو بیان کرتی نظر آتی ہیں۔ ان کا خیال ہے پوٹھواری لہجہ بہت تبدیل ہو چکا ہے۔ اور مشرقی پنجاب کی پنجابی میں پوٹھوار کے لفظ اپنا تلفظ بدل کر جذب ہو چکے ہیں۔ وہ پوٹھوار کو پنجابی زبان کا لہجہ نہیں سمجھتیں بلکہ پوٹھوار کی زبان کو ایک الگ زبان کا درجہ دیتی ہیں۔

ان ناولوں کے علاوہ بھی بہت سے ایسے پاکستانی ناول ہیں جن کا علاقائی ثقافتوں اور زبان کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً طاہرہ اقبال کا ناول ''نیلی بار'' بار کے علاقے کی ثقافت کو پیش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس علاقے کے اصل باشندوں کی ثقافت و زبان کیسی تھی؟ آبادکاروں اور مہاجرین کی آمد سے کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ حسن منظر کے ناول ''دھنی بخش کے بیٹے'' میں راوی دیارِ غیر میں ہونے کے باوجود سندھ کی دھرتی سے محبت رکھتا ہے۔ اس ناول میں سندھی ثقافت اور زبان کو پیش کیا گیا ہے۔ خالد طور کا ناول ''کانی نکاح'' بھی پنڈی گھیپ کی زبان اور کھوڑ گاؤں کی ثقافت اور رسم ورواج کو پیش کرتا ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ناول ''صفر سے ایک تک'' چک جھمرہ، فیصل آباد اور لاہور کی ثقافت و زبان کے ساتھ ساتھ سائنسی ثقافت کے ثمر، کمپیوٹر کی زبان کو پیش کرنے والا منفرد ناول ہے۔ کمپیوٹر کی یہ زبان اب ہماری قومی زبان کا حصہ بن چکی ہے۔ اسلم سراج الدین کا ناول ''تلاشِ وجود۔ در اطرافِ چند۔۔۔ ایک کوشش محض'' ثقافت و زبان کے حوالے سے اس لیے منفرد ہے کہ اس ناول میں راجپوت قبائل کی زبان اور لہجوں کو پیش کیا گیا ہے۔ ختم ہونے والی زبانوں میں یہ زبان اور لہجہ بھی شامل ہے۔ ''راجہ گدھ'' بانو قدسیہ کا ناول، خاص طور پر لاہور کی زبان و ثقافت کو پیش کرتا ہے۔ ممتاز مفتی کا ناول ''علی پور ایلی'' اور ''الکھ

نگری'' بھی ثقافت و زبان کے حوالے سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ زیف سید کا ناول ''گل مینہ'' خیبر پختونخوا کے پہاڑی علاقوں پشتون قبائل اور افغانستان کے کلچر و زبان کو پیش کرنے والا ناول ہے۔ صفدر نوید زیدی کا ناول ''بھاگ بھری'' میں بھی صوبہ سندھ میں رہنے والے ہندو خاندانوں کی حالت زار اور سندھی وڈیروں کی ثقافت پیش کرتا ہے۔ اس ناول میں انہوں نے تقریباً پورے پاکستان اور بھارت کے بہت سے علاقوں سے متعارف کروایا ہے۔ یہ ناول سندھی زبان کی بجائے سندھ میں بولی جانے والی سرائیکی زبان کو موضوع بناتا ہے۔ عبدالمؤمن میمن کا ناول ''بغاوت تک'' بھی سندھ کی ثقافت و زبان کا نمائندہ ناول ہے۔ لیکن مصنف کی فارسی اور عربی سے دلچسپی نے مقامیت کو اس طرح پیش نہیں کیا جتنا اس کی گنجائش تھی۔ رفیع مصطفیٰ کا ناول ''تحیر عشق'' بھی سندھی ثقافت و زبان پر ۱۹۴۷ء میں آنے والے مہاجرین سے جو اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ایک نئی ملواں ثقافت کی بنیاد جسے ہم پاکستانیت کہہ سکتے ہیں، کو بیان کرنے والا دلچسپ ناول ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے ناول ہیں جن پر ثقافت اور زبان کے حوالے سے تحقیق ہو سکتی ہے۔ یہ بات حرف آخر نہیں، یہ ایک مفروضہ تھا۔ جس پہ عمل کیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان پاکستانی اُردو ناولوں پر علاقائی زبان و ثقافت کے بھرپور آثار موجود ہیں۔ آئندہ آنے والے محقق اس کام کو مزید بہتر کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ گراں، طاہرہ اقبال، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد ۲۰۱۹ء، ص ۳۵

۲۔ ایضاً، ص ۱۴

۳۔ ایضاً، ص ۴۹

۴۔ ایضاً، ص ۴۰

۵۔ ایضاً، ص ۲۳

۶۔ ایضاً، ص ۱۹

۷۔ ایضاً، ص ۴۸

۸۔ ایضاً، ص ۱۶

۹۔ ایضاً، ص ۲۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۱۔ ڈاکٹر شاہد نواز، اکیسویں صدی کے اُردو ناول میں مقامیت کی دل آویز تشکیل: شمولہ سہ ماہی ادبیات، خصوصی شمارہ اُردو ناول ڈیڑھ صدی کا قصہ (حصہ دوم) شمارہ ۲۴-۱۲۳، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء، ص۱۰۹

۱۲۔ گراں، طاہرہ اقبال، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد ۲۰۱۹ء، ۱۰۶

۱۳۔ ایضاً، ص۱۱۸